***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں سدّ الذرائع اور فتح الذرائع سے استدلال کا تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of the Application of Sadd al-Zarai and Fath al-Zarai in Fatawa Rizwia and Fatawa Darul Uloom Deoband

Muhammad Asif
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat
m.asif@gaus.edu.pk
Dr Qazi Furqan Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat
qazi.furqan@uog.edu.pk

Abstract
This study examines the application of the principles of Sadd al-Dharā'i' (blocking the means) and Fath al-Dharā'i' (opening the means) in Fatawa Razawiyyah and Fatawa Darul Uloom Deoband. Using analytical approach, it explores selected legal issues in which these principles are reflected in the juristic reasoning of both fatwa collections.
The study finds that both works use these principles to prevent harm and promote benefit within the framework of Hanafi jurisprudence. While both share the same legal foundation, differences appear in the way these principles are applied in certain cases. These differences mainly arise from varying juristic judgments and contextual considerations.
The study concludes that Sadd al-Dharā'i' and Fath al-Dharā'i' play an important role in contemporary Hanafi legal thought and help explain how scholars address emerging issues while preserving the objectives of Sharī'ah.
Keywords: *Sadd al-Dharā'i', Fath al-Dharā'i', Fatawa Razawiyyah, Fatawa Darul Uloom Deoband*

تعارف

اسلامی فقہ کا ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ محض افعال کے ظاہری احکام تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان کے نتائج، اثرات اور معاشرتی انجام کو بھی ملحوظ رکھتی ہے۔ اسی اصولی فکر کے اہم مظہر سدّ الذرائع وفتح الذرائع ہیں۔ چونکہ یہ اصول فقہ اسلامی کے ثانوی مصادر میں شامل ہیں اور برصغیر پاک وہند میں شائع ہونے والے فتاویٰ جات میں ان سے استدلال کیا گیا ہے اس تحقیقی مطالعہ میں برصغیر کے دو مشہور فتاویٰ کو شامل کیا گیا ہے جن میں ایک فتاویٰ رضویہ جس کے مصنف مولانا احمد رضا خانؒ ہیں اور دوسرا فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جو مفتی عزیز الرحمن عثمانی کی طرف سے دیے گئے فتاویٰ پر مشتمل ہے جس کو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شائع کیا گیا، مذکورہ دونوں فتاویٰ اپنے اپنے حلقہ احباب میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں اوران میں سدّ الذرائع وفتح الذرائع کے اصول کے ذریعے احکام کے عملی اثرات اور معاشرتی نتائج کو ملحوظ رکھا گیا ہے، مقالہ ہذا اسی عنوان کی ایک کڑی ہے کہ دونوں مکاتب فکر کی ترجیحات اور آراء کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے۔

سدالذرائع

اسلامی شریعت کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ نہ صرف برائیوں اور ممنوعات کو حرام قرار دیتی ہے بلکہ ان ذرائع اور اسباب کو بھی روک دیتی ہے جو کسی حرام فعل تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتے ہوں۔ فقہ اسلامی میں اس اصول کو "سد الذرائع" کہا جاتا ہے، یعنی ان راستوں کا بند کرنا جو ظاہری طور پر مباح ہوں مگر ان سے کوئی غیر شرعی یا حرام نتیجہ نکلنے کا قوی اندیشہ ہو۔

امام شاطبیؒ سد الذرائع کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"هو منع الفعل المباح إذا كان وسيلة إلى مفسدة راجحة"[1]

---

[1] امام شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات في اصول الشريعة، قاہرہ، ج2، ص207

"یہ کسی جائز (مباح) فعل سے روک دینا ہے اگر وہ کسی بڑے نقصان (راجح مفسدہ) کا ذریعہ بن رہا ہو۔

فتح الذرائع

شریعتِ اسلامیہ کا مقصد انسانیت کے لیے فلاح، خیر، اور ہدایت کے راستے ہموار کرنا ہے۔ جہاں شریعت برائی کے اسباب کے انسداد کے لیے "سدّ ذرائع" کا اصول تجویز کرتی ہے، وہیں نیکی، اصلاح اور شرعی مصالح تک رسائی کے ذرائع کو اختیار کرنے کی نہ صرف تلقین کرتی ہے بلکہ اس کے لئے راستہ بھی ہموار کرتی ہے۔ اس اصول کو فقہی اصطلاح میں "فتح الذرائع" کہا جاتا ہے، یعنی "نیکی کے اسباب کھولنا"۔

فتح الذرائع سے مراد ایسا عمل یا ذریعہ ہے جو فی نفسہ مباح ہو، اور اس کے ذریعے کسی شرعی مصلحت یا دینی مقصد کے حصول کی راہ ہموار ہو۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"فتح الذرائع هو اعتبار الوسائل المباحة التي تؤدي إلى مصالح شرعية معتبرة"[2]

(فتح ذرائع کا مطلب ہے ان مباح (جائز) وسائل کو معتبر شرعی مصالح (فائدوں) تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھنا)

فتح الذرائع کا اصول فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں واضح طور پر تسلیم شدہ ہے، خصوصاً ان مواقع پر جب کوئی عمل بذات خود مباح ہو، اور اس کے ذریعے شرعی مصلحت حاصل ہو رہی ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں سدّ الذرائع سے استدلال

فتاویٰ رضویہ میں سد الذرائع کے اصول کو نہایت احتیاط، بصیرت اور دینی غیرت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، خصوصاً ان معاملات میں جہاں مذہبی اعمال، اجتماعات یا معاشرتی سرگرمیاں شریعت کے مقاصد کے خلاف نتائج پیدا کرنے لگیں۔ مولانا احمد رضا خانؒ سدّ الذرائع کے اصول کی بنیاد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جو امر بذاتِ خود مباح ہو، پھر اس کے ارتکاب سے حرام تک پہنچنے کا ذریعہ قائم ہو جائے یا فساد کا غالب ظن پیدا ہو، تو وہ شے حکمِ شرع میں مباح نہیں رہتی، اس لیے کہ شریعتِ مطہرہ کا مقصود مفاسد کا ازالہ و انسداد ہے، نہ یہ کہ ان کے اسباب کو باقی رکھا جائے۔ پس جو مباح، ذریعۂ مفسدہ بن جائے وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے، کہ الوسائل لها أحكام المقاصد۔"[3]

اس اقتباس میں مولانا احمد رضا خانؒ نے نہایت واضح اور اصولی اسلوب میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ شریعت کا اصل مقصد فساد کا ازالہ ہے۔ ان کے نزدیک کسی عمل کا ذاتی جواز اس وقت ساقط ہو جاتا ہے جب وہ عملی طور پر حرام تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں بہت سے ایسے افعال، جو بظاہر مباح تھے، مآلات کے اعتبار سے ممنوع قرار دیے گئے۔ اسی اصول کو عملی صورت میں واضح کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خانؒ اجتماعی و مذہبی اعمال کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"جائز وہی ہے جو انجام کے اعتبار سے بھی جائز ہو، اور جس امر مباح سے ناجائز کا دروازہ کھلتا ہو وہ حقیقتِ شرعی میں جائز نہیں، کہ جو چیز حرام تک پہنچانے والی ہو وہ خود حکمِ حرام میں داخل ہو جاتی ہے، اور شریعتِ مطہرہ کا طریقہ یہی ہے کہ وہ مفاسد کے اسباب کو ابتدا ہی میں مسدود فرما دیتی ہے۔"[4]

یہ اقتباس مولانا احمد رضا خانؒ کے اس فقہی منہج کی مکمل عکاسی کرتا ہے جس میں وہ مذہبی جذبات یا عرفِ عام کو شریعت کے مقاصد پر مقدم نہیں ہونے دیتے۔ اگر کوئی مذہبی اجتماع، میلاد یا تفریحی سرگرمی اختلاط، بے پردگی یا اخلاقی بگاڑ کا سبب بن جائے تو ان کے نزدیک اس کا سدِّ باب واجب ہے، کیونکہ اصل مطلوب دین اور معاشرے کا تحفظ ہے۔

عقائد کے باب میں سدّ الذرائع

عقیدہ اسلامی شریعت کی بنیاد اور دین کی اصل روح ہے، اسی لیے اس باب میں معمولی سی لغزش بھی سنگین فکری اور ایمانی انحراف کا سبب بن سکتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے فتاویٰ رضویہ میں عقائد کے باب کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور یہاں سدّ الذرائع کے اصول کو نہایت سختی اور احتیاط کے ساتھ نافذ کیا ہے۔ ان کے نزدیک اگرچہ بعض تعبیرات، تشبیہات یا اسالیب فی نفسہٖ درست مفہوم رکھتی ہوں، لیکن اگر ان سے عامۃ الناس میں حلول، اتحاد، غلو یا الوہیتِ غیر کا وہم پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی تعبیرات سے اجتناب واجب ہے۔ اس منہج کا مقصد عقیدۂ توحید کی حفاظت اور عوام کو فکری گمراہی سے بچانا ہے۔ امام احمد رضا خانؒ عقائد میں فتنہ انگیز تعبیرات کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

---

[2] الموافقات في اصول الشريعة، ج2، ص211

[3] احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، مکتبہ رضویہ، لاہور، 2006ء، ج24، ص452–453

[4] فتاویٰ رضویہ، مکتبہ رضویہ، ج21، ص311–312

"عقائد کے باب میں وہ الفاظ و عبارات بھی حرام قرار پاتے ہیں جو اگرچہ خواص کے نزدیک معنیٔ صحیح پر محمول ہو سکتے ہوں، مگر عوامِ مسلمین کے اذہان میں حلول و اتحاد یا غیر خدا کی الوہیت کا وہم پیدا کریں، کہ دینِ متین میں وہمِ کفر کا دروازہ کھولنا بھی کفر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، اور جو شے کفر تک پہنچانے والی ہو وہ خود ممنوع و محرم ہوتی ہے۔ لہٰذا بابِ اعتقاد میں احتیاط اَوجبُ الواجبات ہے اور یہاں احتمالاتِ فاسدہ کی گنجائش نہیں۔"[5]

مولانا احمد رضا خانؒ کا وہ منفرد اسلوب نمایاں ہے جس میں وہ عقیدہ کے باب میں خواص و عوام کے فرق کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تعبیر جو اہلِ علم کے لیے درست ہو، اگر عامۃ الناس کے لیے گمراہی کا سبب بن جائے تو شریعت اسے برداشت نہیں کرتی۔ یہی سدّ الذرائع کا حقیقی اطلاق ہے، جہاں کفر یا شرک کے راستے کو ابتدا ہی میں بند کر دیا جاتا ہے۔

عقائد کے باب میں مولانا احمد رضا خانؒ کا منہج نہایت محتاط، محافظ اور سدّی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں انہوں نے اس اصول کو واضح کر دیا کہ عقیدۂ توحید کے معاملے میں نہ صرف شرک بلکہ شرک تک لے جانے والے ہر فکری، لسانی اور تعبیراتی ذریعے کو بھی بند کرنا واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حلول، اتحاد اور غلو کے تمام ممکنہ راستوں کو، خواہ وہ نیک نیتی یا محبت کے عنوان سے ہی کیوں نہ ہوں، پوری قوت کے ساتھ مسدود کیا۔

عبادات میں سدّ الذرائع

عبادات شریعتِ اسلامی کا وہ بنیادی شعبہ ہیں جن کا تعلق براہِ راست بندے اور رب کے درمیان ہے۔ اسی لیے اس باب میں ظاہری صحت کے ساتھ ساتھ خلوص، اعتدال اور سنت کے مطابق ہونا بنیادی شرط ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے فتاویٰ رضویہ میں عبادات کے ضمن میں سدّ الذرائع کے اصول کو خصوصی اہمیت دی ہے، کیونکہ عبادت میں معمولی سی بدعت، غلو یا التباس بھی آہستہ آہستہ اصل سنت کو مسخ کر دیتا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی نفلی عمل، ذکر یا طریقۂ عبادت عوام میں فرض و نفل کے خلط، ریا، یا بدعت کے فروغ کا سبب بنے تو ایسے عمل کو روک دینا عین تقاضائے شریعت ہے، خواہ وہ فی نفسہٖ نیکی ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا احمد رضا خانؒ نوافل اور ان کے طریقِ اداء کے بارے میں اصولی طور پر بیان کرتے ہیں کہ:

"نفل اگر اس طور پر ادا کیے جائیں کہ عوام میں فرض کا گمان پیدا ہو یا سنت کے خلاف التزام لازم سمجھ لیا جائے تو وہ نفل بھی فتنہ ہو جاتے ہیں، اور فتنہ کا سدِّ باب واجب ہے۔"[6]

امام احمد رضا خانؒ نے واضح کیا ہے کہ عبادت کی اصل قدر اس کے سنت کے مطابق ہونے میں ہے۔ اگر نفلی عبادات کو اس اہتمام، دوام یا اجتماع کے ساتھ ادا کیا جائے کہ عام لوگ انہیں فرض یا لازم سمجھنے لگیں، تو وہ عبادت اپنی اصل روح کھو دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں ایسے نوافل یا طریقِ عبادت کو محدود یا ممنوع قرار دیا گیا جو عوام کے لیے التباس کا سبب بنیں۔

عبادات کے باب میں مولانا احمد رضا خانؒ کا منہج نہایت محتاط، سنت پر مبنی اور سدّی ہے۔ فتاویٰ رضویہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شریعت نہ صرف عبادات کا حکم دیتی ہے بلکہ انہیں بدعت، غلو اور عوامی التباس سے محفوظ رکھنے کی بھی ذمہ دار ہے۔ اسی لیے مولانا احمد رضا خانؒ نے نفلی عبادات، اذکار اور مستحبات میں ہر اس صورت کو روکا جو عبادت کے اصل مقصد اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ سنت کو متاثر کر سکتی تھی۔

معاشرتی معاملات میں سدّ الذرائع

معاشرہ افراد کے مجموعی طرزِ عمل سے تشکیل پاتا ہے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے صرف صریح حرام امور ہی سے منع نہیں کیا بلکہ ان اسباب، عادات اور رسوم کو بھی روکا ہے جو بتدریج اخلاقی انحطاط، دینی کمزوری اور اجتماعی فساد کا ذریعہ بن جائیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ فتاویٰ رضویہ میں معاشرتی معاملات کے باب میں سدّ الذرائع کو نہایت مضبوط اصول کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کسی عمل میں فی نفسہٖ اباحت ہو لیکن وہ غیر اسلامی تہذیب کی نقالی، دینی تشخص کے زوال، یا حرام تک پہنچنے کا قوی ذریعہ بن جائے تو اس کی ممانعت شریعت کا عین تقاضا ہے۔ مولانا احمد رضا خانؒ غیر مسلم تہذیب کی مشابہت اور رسوم کے بارے میں اصولی انداز میں بیان کرتے ہیں کہ:

---

[5] فتاویٰ رضویہ، ج15، ص215–216

[6] فتاویٰ رضویہ، ج7، ص381–382

"کفار کی وضع، ہیئت اور رسومِ خاصہ اختیار کرنا اگرچہ بعض صورتوں میں بظاہر مباح دکھائی دے، مگر انجامِ کار دل میں اُن کی محبت، مسلمانوں سے امتیاز کا زوال اور رفتہ رفتہ دینی بے حمیتی کا باعث بنتا ہے، اور جو چیز کفر یا فسق تک پہنچانے والی ہو اس کا ترک لازم ہے۔"[7]

یہ اقتباس مولانا احمد رضا خانؒ کے اس واضح منہج کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ معاشرتی بگاڑ کو ابتدا ہی میں روک دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک لباس، رسوم اور تہذیبی علامات محض ظاہری امور نہیں بلکہ دلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب مسلمان غیر مسلم تہذیب کی اندھی تقلید اختیار کرتا ہے تو یہ عمل آہستہ آہستہ دینی غیرت اور اسلامی شناخت کو کمزور کر دیتا ہے، اس لیے ایسے مباح امور کو بھی سدّ الذرائع کے تحت ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

معاشرتی معاملات میں امام احمد رضا خانؒ کا منہج نہایت دور اندیش اور اصلاحی ہے۔ فتاویٰ رضویہ سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ شریعت صرف فرد کی اصلاح نہیں بلکہ اجتماعی اخلاق اور تمدنی شناخت کی بھی محافظ ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں فتح الذرائع سے استدلال

فقہِ اسلامی میں سدّ الذرائع اور فتح الذرائع دو متوازن اصول ہیں۔ جہاں سدّ الذرائع ان تمام اسباب کو روک دیتا ہے جو فساد، بدعت یا شرک کی طرف لے جائیں، وہیں فتح الذرائع ایسے وسائل اور ذرائع کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے جو دین و دنیا کی بھلائی، اصلاحِ عقائد اور شریعت کے مقاصد کے حصول میں مددگار ہوں۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے فتاویٰ رضویہ میں فتح الذرائع کو نہایت محتاط مگر فعال طریقے سے نافذ کیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی طریقہ، ذریعہ یا عمل دینی مقاصد کی حصولیابی میں معاون ہو، تو شریعت اسے اختیار کرنے میں حرج نہیں کرتی، بلکہ یہ واجب یا مستحب بھی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعی حدود میں رہے۔ امام احمد رضا خانؒ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے جدید وسائل کے استعمال کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"جو ذرائع دین کی اصلاح، اشاعتِ حق اور علمائے کرام کی نصائحِ عامہ کو عوام تک پہنچانے میں مفید ہوں، اگرچہ وہ نئے ہوں یا عرفِ سابق میں غیر معمولی سمجھے جاتے ہوں، ان کا اختیار فی نفسہٖ مباح ہے، بلکہ جب ان کے بغیر مقصودِ شرعی حاصل نہ ہو یا ان میں مصلحتِ عامہ غالب ہو تو ان کا استعمال بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے، کہ شریعتِ مطہرہ کا مدار مقاصد پر ہے، نہ محض صور و اشکال پر، بشرطیکہ وہ ذرائع کسی مفسدۂ شرعی یا ممنوع امر پر مشتمل نہ ہوں۔"[8]

مولانا احمد رضا خانؒ واضح کرتے ہیں کہ دینی تعلیم کے لیے جدید طباعتی وسائل، پرچے، رسائل یا دیگر اسالیب کے استعمال میں کوئی ممانعت نہیں، بلکہ ضرورت کے اعتبار سے یہ فتح الذرائع کے اصول کے تحت مستحب یا واجب ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک مقصد شریعت کا حصول اور عوام الناس کی دینی ہدایت ہے، اور یہ اصول اس مقصد کو عملی شکل دیتا ہے۔ اسی اصول کو عقائد کی اصلاح اور مناظرانہ اسلوب میں استعمال کے حوالے سے مولانا احمد رضا خانؒ فرماتے ہیں:

"جو اسلوب اہلِ دین کے قلب و عقل تک حقائقِ دین پہنچانے میں مدد دے، چاہے تحریری ہو یا مناظراتی، اسے اختیار کرنا جائز اور مستحب ہے، کہ شریعت نے خیر کے راستے کھولنے کے لیے ذرائع کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ اس میں شرک یا بدعت نہ ہو۔"[9]

مولانا احمد رضا خانؒ نے فتح الذرائع کو عقائد کی اصلاح کے لیے بروئے کار لانے کی اجازت دی ہے۔ مناظرات، خطبات، رسائل یا دیگر تحریری اسلوب کا مقصد عوام کو دین کی حقیقی سمجھ دینا ہے، اور اگر اس سے علم اور اصلاح عام ہو رہی ہو تو شریعت اس اختیار کو مستحب قرار دیتی ہے۔ یہ فقہی منہج عوام الناس میں دین کے فروغ اور فکر کی اصلاح کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں مولانا احمد رضا خانؒ نے فتح الذرائع کو دینی اور اخلاقی مقاصد کے حصول کا ایک مؤثر اصول قرار دیا ہے۔ ان کے ہاں یہ اصول ایسے ذرائع کی اجازت دیتا ہے جو عوام الناس میں دین کی سمجھ بوجھ، عقائد کی اصلاح اور خیر و بھلائی کے فروغ میں معاون ہوں۔

دعوت و تعلیم میں فتح الذرائع

---

[7] فتاویٰ رضویہ، ج22، ص207–209
[8] فتاویٰ رضویہ، ج23، ص412–413
[9] فتاویٰ رضویہ، ج24، ص98–100

اسلامی دعوت و تعلیم کا مقصد صرف علم دین پہنچانا نہیں بلکہ عوام کی فکری اصلاح، عقائد کی حفاظت اور شریعت کے اصولوں کے مطابق معاشرتی شعور پیدا کرنا بھی ہے۔ امام احمد رضا خان بریلویؒ نے فتاویٰ رضویہ میں فتح الذرائع کے اصول کو اس میدان میں مؤثر طریقے سے نافذ کیا، تاکہ دعوت دین کے تمام ذرائع، چاہے وہ تحریری، تقریری یا سوال و جواب کی شکل میں ہوں، دینی مقاصد کی تکمیل میں معاون ہوں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی ذریعہ دین کے حقائق پہنچانے اور عوام کی اصلاح میں مددگار ہو تو اسے اختیار کرنا جائز، مستحب یا بعض اوقات واجب بھی ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کی بدعت یا شرک نہ ہو۔ امام احمد رضا خانؒ فتاویٰ کی صورت میں عوام کی فکری اصلاح کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"مسائلِ دین کو آسان اور عام فہم انداز میں جمع کرنا اور سوال و جواب کی صورت میں عوام الناس تک پہنچانا اگرچہ نئے طریقے ہوں، مباح اور مستحب ہیں، کہ اس سے دین کی سچائی عوام تک پہنچے اور غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے۔"[10]

امام احمد رضا خانؒ سوال و جواب کی صورت میں فتاویٰ مرتب کرنے کو فتح الذرائع کے زمرے میں لاتے ہیں کیونکہ اس طریقے سے دینی تعلیم زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچتی ہے اور عوام کی عقلی اصلاح ہوتی ہے۔ اس میں علمی تخفیف اور عملی فائدہ دونوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی اصول کو عقائد کی اصلاح اور بدعات کے رد کے حوالے سے امام احمد رضا خانؒ بیان کرتے ہیں کہ:

"رسائل، کتابیں اور تحریری مواد جو عوام میں حقائقِ دین پہنچانے اور باطل عقائد کے رد میں مددگار ہوں، اختیار کرنا جائز اور مستحب ہے، کہ شریعت نے خیر کے راستے کھولنے کے لیے وسائل کی اجازت دی ہے اور یہ عوام کی اصلاح میں معاون ہیں۔"[11]

یہ اقتباس فتاویٰ رضویہ میں مولانا احمد رضا خانؒ کے تربیتی و تبلیغی منہج کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کے نزدیک مستقل رسائل اور کتب کی تصنیف، جو عقائد کی اصلاح اور عوامی رہنمائی کا ذریعہ بنیں، نہ صرف مباح بلکہ دینی ضرورت کے اعتبار سے مستحب اور بعض اوقات واجب بھی ہو سکتی ہیں۔ یہی فتح الذرائع کا عملی مظہر ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں مولانا احمد رضا خانؒ نے فتح الذرائع کو دعوت و تعلیم کے میدان میں ایک فعال اور اصولی ضابطہ قرار دیا ہے۔ سوال و جواب کی صورت میں فتاویٰ مرتب کرنا، رسائل و کتب کی تصنیف، اور مناظراتی یا تحریری اسلوب اختیار کرنا وہ ذرائع ہیں جو دینی مقاصد کے حصول اور عوام کی فکری اصلاح میں مددگار ہیں۔ ان ذرائع کی اجازت شریعت کی طرف سے خیر اور مصلحت کے دروازے کھولنے کے مترادف ہے۔ یوں فتح الذرائع، سدّ الذرائع کے متوازن اصول کے ساتھ، فتاویٰ رضویہ کے فقہی منہج کو دعوت و تعلیم میں ایک مؤثر اور عملی رہنما بناتا ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں سدّ الذرائع سے استدلال

برصغیر کی فقہی روایت میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء نے سدّ الذرائع کو ایک منضبط اور نصوص کے تابع اصول کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس منہج کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ یہاں سدّ الذرائع کو مستقل قانون سازی کا ذریعہ نہیں بنایا گیا بلکہ اسے شریعت کے قطعی احکام کی حفاظت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس طریقہ کار میں حرمتِ قطعیہ کو ہر حال میں مقدم رکھا جاتا ہے جبکہ مباح امور کو صرف اس وقت محدود کیا جاتا ہے جب فساد یا فتنہ کا غالب اندیشہ موجود ہو۔

مفتی محمود حسن گنگوہی ایک سائل کے سوال کہ سود کی رقم استعمال میں لائی جاسکتی ہے اس کے جواب میں بیان کرتے ہیں کہ:

"نہیں، یہ جائز نہیں۔ آپ کو سود کی یہ رقم محتاج اور غریب لوگوں کو بغیر کسی ثواب کی نیت کے دے دینی چاہیے۔"[12]

یہ فتویٰ سدّ الذرائع کے ایک نہایت اہم عملی پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ یہاں سودی رقم کو ضائع کرنے کے بجائے سماجی فلاح کے مقصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسے عبادت یا ثواب کا ذریعہ نہ سمجھا جائے۔ اس فیصلے کا بنیادی مقصد سودی مال کے اخلاقی اثرات کو محدود کرنا ہے۔ اگر سودی رقم کو ذاتی استعمال میں لایا جائے تو اس سے حرام مال کے اثرات فرد کی زندگی میں سرایت کر سکتے ہیں۔ اسی لیے اسے غرباء میں تقسیم کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ مالی نقصان کا ازالہ بھی ہو اور اخلاقی تحفظ بھی برقرار رہے۔ یہ موقف شریعت کے اس اصول سے بھی ہم آہنگ ہے کہ حرام مال کو اصل اقتصادی گردش میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے، لیکن اگر وہ کسی صورت حاصل ہو جائے تو اسے سماجی نقصان کے خاتمے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ:

"جب کسی جائز کام کے ساتھ فتنہ کا قوی اندیشہ ہو تو اس سے احتراز لازم ہے، کیونکہ شریعت نے اسبابِ فتنہ کو بھی بند کرنے کا حکم دیا ہے۔"[13]

---

[10] فتاویٰ رضویہ، ج22، ص401–402

[11] فتاویٰ رضویہ، ج24، ص117–119

[12] گنگوہی، مفتی محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، مکتبہ شیخ الاسلام، کراچی: 1996ء، ج12، ص411

[13] عثمانی، مفتی عزیز الرحمن، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم دیوبند، 2003ء، ج13، ص85

یہ اصول سدّالذرائع کی سب سے نمایاں عملی مثالوں میں سے ایک ہے۔ شریعت کا مقصد صرف ظاہری اعمال کی درستگی نہیں بلکہ معاشرتی اخلاقی ماحول کی حفاظت بھی ہے۔ اگر کوئی عمل فی نفسہ جائز ہو مگر اس کے نتیجے میں فتنہ، اخلاقی خرابی یا سماجی انتشار کا غالب امکان ہو تو اسے محدود کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اختلاطِ مرد و زن کے مواقع، غیر ضروری آزادانہ میل جول یا ایسے اجتماعی مواقع جہاں اخلاقی خرابی کا اندیشہ ہو، ان سب میں احتیاطی رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد انسانی معاشرت کو اخلاقی انحطاط سے بچانا ہے۔ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے مطابق:

"اگرچہ محض شرکت سے کفر لازم نہیں آتا، لیکن شعائرِ کفار میں شرکت دلوں کے میلان اور مشابہت کا سبب بنتی ہے، اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔"[14]

یہ فتویٰ سدّالذرائع کے فکری اور مذہبی پہلو کو واضح کرتا ہے۔ مذہبی شعائر کسی قوم کی شناخت اور عقیدے کی علامت ہوتے ہیں۔ اگر ان میں بلا ضرورت شرکت کی جائے تو اس سے فکری اور مذہبی حدیں دھندلا سکتی ہیں۔ دارالافتاء نے یہاں واضح کیا کہ اصل مسئلہ صرف ظاہری عمل نہیں بلکہ اس کے ممکنہ فکری اثرات ہیں۔ اس لیے مذہبی شناخت کے تحفظ کے لیے احتیاطی رویہ اختیار کیا گیا۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند کے فقہی منہج میں سدّالذرائع ایک منضبط اور محتاط اصول کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس منہج کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ سدّالذرائع کو مطلق ممانعت کا ذریعہ نہیں بنایا گیا بلکہ اسے نصوصِ شرعیہ کی حفاظت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس نظام میں تین سطحیں نمایاں ہیں۔ پہلی سطح نصوصِ قطعیہ کی بالادستی ہے، جسے ہر حالت میں مقدم رکھا جاتا ہے۔ دوسری سطح اخلاقی اور سماجی مفاسد کی روک تھام ہے، جہاں مباح امور کو بھی محدود کیا جا سکتا ہے۔ تیسری سطح عملی سہولت اور اجتماعی مصلحت کا تحفظ ہے، جہاں حرام اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مساجد کے انتظامی و تعمیری مسائل میں فساد سے بچاؤ کے فقہی احکام

اسلامی فقہ ایک ایسا جامع نظام ہے جو نہ صرف موجودہ اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ ان کے ممکنہ مستقبل کے اثرات اور نتائج کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔ بعض اوقات بظاہر جائز یا معمولی معاملات آگے چل کر دین، عبادات یا اجتماعی نظام میں فساد، بدانتظامی یا بے حرمتی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اسی لیے فقہ اسلامی میں سدّالذرائع کا اصول اختیار کیا گیا ہے، جس کا مقصد ان تمام راستوں کو بند کرنا ہے جو کسی بڑے نقصان یا حرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنیں۔ مساجد کے معاملات چونکہ دین کے مرکز سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے یہاں یہ اصول مزید اہمیت اختیار کر لیتا ہے مفتی عزیز الرحمن عثمانی مسجد کے خائن متولی کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں بیان کرتے ہیں۔

"ایسا متولی لائق معزول کرنے کے ہے، جماعت مسلمین اس کو معزول کر دیں، اور مکان مسجد کے نفع کے لیے تیار کرا دیں۔"[15]

اس فتویٰ میں مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ نے ایک ایسے متولی کا ذکر ہے جو مسجد کے مفاد کے خلاف رویہ اختیار کر رہا ہے اور مسجد کی آمدنی کے لیے بننے والے منصوبے کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف بددیانتی بلکہ انتظامی فساد کا پیش خیمہ بھی ہے۔ سدّالذرائع کے اصول کے مطابق ایسے شخص کو منصب پر برقرار رکھنا مستقبل میں مسجد کے مالی نظام، وقف کی آمدنی اور اجتماعی اعتماد کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے واضح کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کو حق حاصل ہے کہ وہ ایسے متولی کو معزول کرے تاکہ مسجد کے مفادات محفوظ رہیں اور بدانتظامی کا دروازہ بند ہو جائے۔ اسی طرح ایک جگہ مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"خاص مسجد میں تیل گلی کی روشنی سے حتی الوسع احتراز مناسب ہے کیونکہ بدبودار تیل مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔"[16]

اس فتویٰ میں مسجد کے اندرونی ماحول کی پاکیزگی کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ بدبودار تیل جلانے سے نہ صرف نمازیوں کو جسمانی تکلیف ہوتی ہے بلکہ عبادت کے روحانی ماحول پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ روشنی حاصل کرنا جائز ہے، لیکن شریعت ایسے ذرائع کو پسند نہیں کرتی جو عبادت کے سکون اور تقدس میں خلل ڈالیں۔ سدّالذرائع کے اصول کے مطابق یہاں ایک چھوٹے نقصان کو بھی روکا گیا ہے تاکہ یہ معمولی مسئلہ آگے چل کر بڑی بے ادبی یا عبادت میں خلل کا سبب نہ بنے۔ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ تحریر کرتے ہیں:

"مسجد کا حکم نیچے سے اوپر تک مسجد کا ہے، جو امور مسجد کے اندر جائز نہیں وہ مسجد کی چھت پر بھی جائز نہیں ہیں؛ لہٰذا کچہری کرنا مسجد کے اوپر شرعاً درست نہیں ہے۔"[17]

---

[14] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج13، ص87

[15] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج13، ص236

[16] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، ج13، ص441

[17] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دیوبند، ج13، ص262

یہ فتویٰ اس اصول کو واضح کرتا ہے کہ مسجد کی حرمت صرف اس کے اندرونی حصے تک محدود نہیں بلکہ اس کی پوری عمارت اس حکم میں شامل ہے۔ اگر مسجد کی چھت یا اوپر والے حصے کو غیر دینی یا سرکاری کاموں کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ تدریجاً مسجد کی عظمت میں کمی اور بے حرمتی کا باعث بن سکتا ہے۔ سدّ الذرائع کے تحت ایسے تمام راستوں کو روکا جاتا ہے جو آہستہ آہستہ دینی تقدس کو کمزور کریں۔ اس سے شریعت کا یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ عبادت گاہوں کے احترام میں کسی قسم کی نرمی نہیں برتی جاتی۔

ناجائز و مشتبہ ذرائع سے حاصل شدہ مال، اسراف، عقائد کی خرابی اور کفریہ و مشرکانہ اعمال سے بچاؤ کے فقہی احکام

اسلامی شریعت میں سدّ الذرائع ایک ایسا بنیادی اصول ہے جو صرف ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ ان کے پسِ پردہ نتائج اور ممکنہ دینی و اخلاقی خرابیوں کو بھی سامنے رکھتا ہے۔ اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ ایسے تمام راستوں کو پہلے ہی مرحلے میں بند کر دیا جائے جو حرام، شرک، بدعت، اسراف یا دینی بگاڑ تک پہنچا سکتے ہوں۔ مساجد، عبادات، عقائد اور مالی معاملات میں یہ اصول خاص اہمیت رکھتا ہے تاکہ دین کی پاکیزگی اور معاشرے کی اصلاح برقرار رہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

"درست نہیں ہے کیونکہ جو مال بطریق ناجائز اور مشتبہ حاصل کیا جائے، اس کو مسجد میں لگانا ممنوع ہے۔"[18]

اس مسئلے میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کسی تقریب یا دنگل کے ٹکٹ وغیرہ سے آمدنی حاصل ہو جو شرعی لحاظ سے مشتبہ یا ناجائز ذرائع پر مشتمل ہو تو اس کو مسجد میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ سدّ الذرائع کے اصول کے مطابق ایسے مال کو عبادت گاہ میں لگانا اس بات کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ لوگ غیر شرعی سرگرمیوں کو جائز سمجھنے لگیں۔ اس لیے شریعت نے یہاں اصل مقصد یعنی مسجد کی پاکیزگی کو محفوظ رکھنے کے لیے اس مال کے استعمال سے منع کیا ہے۔ مسجد صرف پاک اور حلال مال سے آباد ہونی چاہیے تاکہ اس کی حرمت برقرار رہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

"شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، یہ اسراف ہے، نص قطعی سے حرام ہے، قال تعالیٰ: وَلَا تُسْرِفُوا۔"[19]

اس مسئلے میں واضح کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کی تکمیل کے موقع پر غیر ضروری روشنیوں اور فضول انتظامات کا اہتمام کرنا اسراف کے زمرے میں آتا ہے، اور قرآن و سنت میں اسراف کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ سدّ الذرائع کے تحت اس طرح کے مظاہر کو روکا گیا ہے تاکہ عبادت کے نام پر دکھاوا، فضول خرچی اور ریاکاری کا دروازہ نہ کھلے۔ عبادات کا مقصد خشوع اور تقویٰ ہے، نہ کہ ظاہری نمود و نمائش۔ اس لیے ہر وہ عمل جو عبادت کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا دے وہ ممنوع ہے۔

اسلامی شریعت سدّ الذرائع کے اصول کے تحت ہر اس راستے کو بند کرتی ہے جو دین، عقیدہ، عبادات یا معاشرتی نظام میں فساد کا سبب بن سکتا ہو۔ چاہے معاملہ ناجائز آمدنی ہو، اسراف ہو، شرکیہ عقائد ہوں، غیر اللہ کے نام پر عمل ہو یا کفریہ رسومات میں شرکت ہر جگہ شریعت نے احتیاط اور روک کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صرف ظاہری اعمال نہیں بلکہ ان کے نتائج اور اثرات کو بھی مکمل طور پر مدنظر رکھتا ہے تاکہ دین کی پاکیزگی ہمیشہ برقرار رہے۔ اسی طرح ایک اور عمل کے بارے میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

"قبور پر پھول چڑھانا بطور استمداد و طلب حاجات جائز نہیں ہے، بدعت اور حرام ہے۔"[20]

اس فتویٰ میں واضح کیا گیا ہے کہ قبروں پر پھول چڑھانا اگر اس نیت سے ہو کہ ان سے مدد حاصل ہو یا حاجت پوری ہو تو یہ بدعت اور حرام ہے۔ سدّ الذرائع کے اصول کے تحت ایسے اعمال کو روکا گیا ہے کیونکہ یہ رفتہ رفتہ قبروں کی عبادت یا ان سے غیبی مدد مانگنے کے عقیدے کو جنم دے سکتے ہیں۔ اگرچہ ظاہری طور پر یہ عمل محبت یا عقیدت لگتا ہے، لیکن اس کے اندر شرک کا دروازہ کھلنے کا خطرہ موجود ہے، اس لیے شریعت نے اسے بند کر دیا ہے۔ اسی طرح مفتی عزیز عثمانیؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا کہ:

"عورتوں کا مزارات اور عرسوں میں جانا جائز نہیں ہے، مسلمانوں کو اس بارے میں نہایت احتیاط کرنی چاہیے۔"[21]

اس مسئلے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مزارات اور عرسوں میں جانا مختلف فتنوں اور دینی خرابیوں کا سبب بن سکتا ہے۔ سدّ الذرائع کے اصول کے مطابق ایسے مواقع سے روکنا ضروری ہے تاکہ بے حیائی، اختلاط اور غیر شرعی اعمال کا دروازہ نہ کھلے۔ اگرچہ اصل مقصد بعض اوقات نیک نیتی ہو سکتا ہے، لیکن شریعت نتائج کو دیکھ کر حکم جاری کرتی ہے۔ اس لیے عورتوں کو ایسے اجتماعات سے روکنا دین اور معاشرت دونوں کے تحفظ کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ امام ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں کہ:

---

[18] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج13، ص519

[19] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج18، ص579

[20] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج18، ص499

[21] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج18، ص520

"إذا كان الشيء ذريعة إلى الفساد فإنه يمنع سدًّا للذريعة وإن لم يكن في نفسه محرماً."[22]

"اگر کوئی چیز فساد کا ذریعہ بن جائے تو اسے روک دیا جائے گا، چاہے وہ بذاتِ خود حرام نہ بھی ہو۔"

اسلامی شریعت سدّ الذرائع کے اصول کے تحت ہر اس راستے کو بند کرتی ہے جو عقیدے، عبادات یا معاشرت میں فساد کا سبب بن سکتا ہو۔ مزار کے دروازے کو نجات کا ذریعہ سمجھنا، قبروں پر پھول چڑھانا بطور حاجت، اور عرسوں میں غیر ضروری اختلاط یہ وہ امور ہیں جو رفتہ رفتہ شرک اور بدعت تک لے جاسکتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے ان کے سدِّباب کا حکم دیا ہے تاکہ ایمان، عقیدہ اور معاشرت ہر قسم کی خرابی سے محفوظ رہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں فتح الذرائع سے استدلال

اسلامی فقہی روایت میں فتح الذرائع ایک ایسا اصول ہے جو خیر اور دینی مصالح تک پہنچنے والے وسائل کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس اصول کا بنیادی مقصد شریعت کے مقاصدی نظام کو عملی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ بنانا ہے۔ شریعت صرف ممنوعات کی روک تھام تک محدود نہیں بلکہ وہ ایسے راستوں کو بھی کھولتی ہے جو انسانیت کے لیے خیر، فلاح اور دینی ترقی کا باعث بنیں۔ برصغیر کے علمی مراکز میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء نے اس اصول کو نہایت محتاط اور منضبط انداز میں استعمال کیا ہے۔ دارالافتاء دیوبند کے فقہی منہج میں بنیادی چیز نصوصِ شرعیہ کی بالادستی ہے۔ فتح الذرائع کو مطلق آزادی کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اسے اس شرط کے ساتھ اختیار کیا گیا کہ وہ نصِ قطعی، اجماعِ امت اور شریعت کے عمومی مقاصد کے خلاف نہ ہو۔ جدید دور کے مسائل خصوصاً تعلیم، تبلیغ اور اجتماعی نظم کے معاملات میں اس اصول کی اہمیت زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ مفتی عزیز الرحمن بیان کرتے ہیں کہ:

"اگر آلہ فی نفسہٖ مباح ہو اور اس کے استعمال سے دینی مقصد کی تکمیل ہو تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، بشرطیکہ کسی پر ضرر نہ ہو۔"[23]

یہ اقتباس فتح الذرائع کے عملی اطلاق کی واضح مثال ہے۔ لاؤڈ اسپیکر ایک جدید تکنیکی آلہ ہے جو فی نفسہٖ مباح وسائل میں شمار ہوتا ہے۔ دارالافتاء نے اس کے استعمال کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا کہ اس سے دینی مقصد حاصل ہو اور دوسروں کو ضرر نہ پہنچے۔ اس فتویٰ میں دو بنیادی اصول نمایاں ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ خیر تک پہنچانے والے وسائل کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ اجتماعی حقوق کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ اگر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے شور یا سماجی اذیت پیدا ہو تو اسے محدود کیا جاسکتا ہے۔ یہ موقف شریعت کے عمومی مزاج کے مطابق ہے کیونکہ اسلام نہ صرف عبادات کی درستگی کا حکم دیتا ہے بلکہ معاشرتی آداب اور انسانی حقوق کا بھی تحفظ کرتا ہے۔ مفتی عزیز الرحمن بیان کرتے ہیں کہ:

"وہ امور جو تعلیمِ دین کی تحصیل میں معاون ہوں اور کسی نص کے خلاف نہ ہوں، ان کا اختیار کرنا جائز بلکہ مفید ہے۔"[24]

یہ فتویٰ جدید تعلیمی ترقی کے تناظر میں نہایت اہم ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے ایسے جدید انتظامی اور تدریسی وسائل اختیار کیے جاسکتے ہیں جو شریعت کے اصولی دائرے میں ہوں۔ مثلاً جدید کمپیوٹر ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل کتابیں، تعلیمی سافٹ ویئر اور انتظامی منصوبہ بندی اگر تعلیمِ دین میں مددگار ہوں تو انہیں اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر جدید طریقہ بلا تنقید قبول کر لیا جائے بلکہ ہر وسیلے کو شرعی معیار پر پرکھا جائے گا۔ اس فتویٰ سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ شریعت ترقی اور جدیدیت کی مخالف نہیں بلکہ ایسی جدیدیت کی حامی ہے جو اخلاقی اور دینی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ مفتی محمود حسن گنگوہی بیان کرتے ہیں کہ:

"دارالعلوم دیوبند نے لاک ڈاؤن کے دوران مسجد کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ بینک سود کو محتاجوں کی مدد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی۔"[25]

یہ فتویٰ فتح الذرائع اور ضرورتِ شرعیہ کے اصول کا عملی اظہار ہے۔ سودی مال کو ثواب کی نیت سے استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ سود کی حرمت قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ تاہم اگر سودی رقم حاصل ہو جائے تو اسے فقراء کی مدد میں استعمال کیا جاسکتا ہے تاکہ مالی نقصان کا ازالہ ہو سکے۔ یہ حکم مستقل شرعی جواز نہیں بلکہ اضطراری یا شدید ضرورت کی صورت میں ایک تدارکی حل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سودی مال ضائع ہونے کے بجائے کسی سماجی فائدے کے کام آجائے۔ یہ موقف شریعت کے

---

[22] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم مجموع الفتاویٰ، دار الوفاء، ج 29، ص 28

[23] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج 5، ص 211

[24] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج 8، ص 145

[25] فتاویٰ محمودیہ، ج 17، ص 289

اس اصول سے ہم آہنگ ہے کہ حرام مال کو اصل اقتصادی گردش میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے لیکن اگر وہ موجود ہو تو اسے کم نقصان دہ مصرف میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو اسحاق الشاطبی بیان کرتے ہیں کہ:

كل ما كان وسيلة إلى تحصيل المصلحة فهو مشروع إذا لم يعارض نصاً أو إجماعاً[26]

"ہر وہ چیز جو مصلحت کے حصول کا ذریعہ ہو وہ مشروع ہے، بشرطیکہ وہ کسی نص یا اجماع کے خلاف نہ ہو۔"

امام شاطبیؒ نے مقاصدِ شریعت کے نظریے کو منظم انداز میں پیش کیا۔ ان کے مطابق شریعت کا بنیادی مقصد انسانی مصلحت کا تحفظ ہے، مگر یہ مصلحت نصوصِ شرعیہ کے تابع ہونی چاہیے۔ دارالعلوم دیوبند کا منہج اسی اصول کی عملی تصویر ہے کیونکہ وہاں بھی خیر کے وسائل کو قبول کیا جاتا ہے لیکن قطعی نصوص کی مخالفت کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاتا۔

دارالعلوم دیوبند کے فقہی نظام میں فتح الذرائع ایک متوازن اصول کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس نظام کی سب سے بڑی خصوصیت اعتدال ہے۔ نہ تو ہر جدید وسیلہ کو بلا تنقید قبول کیا جاتا ہے اور نہ ہر جدید طریقے کو محض اس لیے رد کیا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانے میں موجود نہیں تھا۔ یہ منہج اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ شریعت کا مقصد انسانی زندگی کو آسان بنانا اور خیر کے راستوں کو کھولنا ہے۔ تاہم اس سہولت کو نصوصِ قطعیہ کے تابع رکھا گیا ہے۔ اس نظام میں تین سطحوں کا توازن پایا جاتا ہے: پہلی سطح نصوص کی بالادستی ہے، دوسری سطح اجتماعی مصلحت ہے، اور تیسری سطح عملی سہولت ہے۔

فتح الذرائع کا اصول فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں دینی مصالح کے حصول اور خیر کے وسائل کے استعمال کا اہم ذریعہ ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، تعلیمی جدید طریقے اور اضطراری حالات میں مالی وسائل کا استعمال اس اصول کی عملی مثالیں ہیں۔ یہ منہج شریعت کی اصولی ساخت کو برقرار رکھتے ہوئے زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اس نظام میں نہ مطلق ممانعت ہے اور نہ بے لگام آزادی، بلکہ نصوصِ شرعیہ کی پابندی کے ساتھ خیر اور مصلحت کے راستوں کو کھولا جاتا ہے، جو اسلامی فقہ کی حقیقی اعتدال پسند روایت کی علامت ہے۔

خلاصہ کلام

سدّ الذرائع اور فتح الذرائع کے اصول معاشرے کی دینی واخلاقی ضرورت پوری کرنے میں خاص اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اس کے ذریعے حرام اور فساد کے ممکنہ راستوں کو بند کرنے ساتھ ساتھ خیر وبھلائی اور دینی مصالح کے وسائل کو اختیار کرنے کی اجازت بھی فراہم کرتے ہیں۔ دونوں مکاتبِ فکر مختلف فقہی مسائل میں ان اصولوں سے استدلال کرتے ہیں، تاہم بعض مسائل میں تشریحات، تطبیقات، اور ترجیحات میں فرق پایا جاتا ہے۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ دونوں فتاویٰ مجموعے فقہِ حنفی کے دائرے میں رہتے ہوئے شریعت کے مقاصد، مصالحِ عامہ، معاشرتی ضروریات اور امت کو پیش آمدہ مسائل میں سہولت کو مد نظر رکھتے ہیں۔ یہ تحقیق یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ جن مسائل ومعاملات کی تشریحات، تطبیقات اور ترجیحات میں فرق یا اختلاف پایا جاتا ہے وہ اصولی تضاد نہیں بلکہ عرف، مصلحت، حالاتِ زمانہ، اور مآلاتِ افعال کے مختلف فہم کا نتیجہ ہیں۔ اس تحقیق سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ دونوں مکاتبِ فکر بہت سے پیش آمدہ مسائل میں ان ذرائع کو بند کرنے کے قائل ہیں جو بدعت، فساد،، یا عقیدے واعمال میں خرابی کا سبب بن سکتے ہوں لیکن دونوں کے ہاں ان ذرائع کے تعین اور ان کے دائرۂ اطلاق میں فرق پایا جاتا ہے۔

[26] الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج2، ص302